شہادتِ حق اور جماعتی زندگی

دین پورا کا پورا عملاً قائم ہو جائے' اس کی شہادت ٹھیک ادا ہو' اور اس کی طرف دنیا کو ایسی دعوت دی جائے جو اتمام حجت کے لیے کافی ہو' یہ جماعت اسلامی کے قیام کی واحد غرض ہے --اس غرض کو پورا کرنے کے لیے سب سے پہلے ہم مسلمانوں کو ان کا فرض یاد دلاتے ہیں اور انھیں صاف صاف بتاتے ہیں کہ اسلام کیا ہے اس کے تقاضے کیا ہیں' مسلمان ہونے کے معنی کیا ہیں' اور مسلمان ہونے کے ساتھ کیا ذمہ داریاں آدمی پر عائد ہوتی ہیں؟

اس چیز کو جو لوگ سمجھ لیتے ہیں ان کو پھر ہم یہ بتاتے ہیں کہ اسلام کے سب تقاضے انفرادی طور پر پورے نہیں کیے جاسکتے' اس کے لیے اجتماعی سعی ضروری ہے۔ دین کا ایک بہت ہی قلیل حصہ انفرادی زندگی سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کو تم نے قائم کر بھی لیا تو نہ پورا دین ہی قائم ہو گا' اور نہ اس کی شہادت ہی ادا ہو سکے گی ۔بلکہ جب اجتماعی زندگی پر نظامِ کفر مسلط ہو' تو خود انفرادی زندگی کے بھی بیشتر حصوں میں دین قائم نہ کیا جاسکے گا اور اجتماعی نظام کی گرفت روز بروز اس انفرادی اسلام کی حدود کو گھٹاتی چلی جائے گی۔ اس لیے پورے دین کو قائم کرنے اور اس کی صحیح شہادت ادا کرنے کے لیے قطعاً ناگزیر ہے کہ تمام ایسے لوگ' جو مسلمان ہونے کی ذمہ داریوں کا شعور اور انھیں ادا کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں' متحد ہو جائیں' اور منظم طریقے سے دین کو عملاً قائم کرنے اور دنیا کو اس کی طرف دعوت دینے کی کوشش کریں' اور ان مزاحمتوں کو راستے سے ہٹائیں جو اقامت دین و دعوت دین کی راہ میں حائل ہوں۔

یہی وجہ ہے کہ دین میں جماعت کو لازم قرار دیا گیا ہے' اور اقامت دین اور دعوت دین کی جدوجہد کے لیے ترتیب یہ رکھی گئی ہے کہ پہلے ایک نظم جماعت ہو' پھر خدا کی راہ میں سعی و جہد کی جائے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جماعت کے بغیر زندگی کو جاہلیت کی زندگی اور جماعت سے علیحدہ ہو کر رہنے کو اسلام سے علیحدگی کا ہم معنی قرار دیا گیا ہے۔

جو لوگ اس بات کو بھی سمجھ لیتے ہیں' ان سے ہم کہتے ہیں کہ اب تمھارے سامنے تین راستے

ہیں اور تمھیں پوری آزادی ہے کہ ان میں سے جس کو چاہو اختیار کرو۔

اگر تمھارا دل گواہی دے کہ ہماری دعوت 'عقیدہ' نصب العین ' نظام جماعت اور طریق کار سب کچھ خالص اسلامی ہے 'اور ہم وہی کام کرنے اٹھے ہیں جو قرآن و حدیث کی رو سے امت مسلمہ کا اصل کام ہے تو ہمارے ساتھ آجاؤ۔

اگر کسی وجہ سے تمھیں ہم پر اطمینان نہ ہو اور کوئی دوسری جماعت تم کو ایسی نظر آتی ہو جو خالص اسلامی نصب العین کے لیے اسلامی طریق پر کام کر رہی ہو تو اس میں شامل ہو جاؤ۔ ہم خود بھی ایسی جماعت پاتے تو اسی میں شامل ہو جاتے کیونکہ ہمیں اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ چننے کا شوق نہیں ہے۔

اور اگر تم کو نہ ہم پر اطمینان ہے نہ کسی دوسری جماعت پر تو پھر تمھیں اپنے فرض اسلامی کو ادا کرنے کے لیے خود اٹھنا چاہیے 'اور اسلامی طریق پر ایک ایسی جماعت بنانی چاہیے جس کا مقصد پورے دین کو قائم کرنا اور قول و عمل سے اس کی شہادت دینا ہو۔

ان تینوں صورتوں میں سے جو صورت بھی تم اختیار کرو گے ان شاء اللہ حق پر ہو گے۔

ہم نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا اور نہ بسلامتی ہوش و حواس ہم یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ صرف ہماری ہی جماعت حق پر ہے 'اور جو ہماری جماعت میں نہیں ہے وہ باطل پر ہے۔ ہم نے کبھی لوگوں کو اپنی جماعت کی طرف دعوت نہیں دی ہے۔ ہماری دعوت تو صرف اس فرض کی طرف ہے جو مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہم پر اور آپ پر یکساں عائد ہوتا ہے۔ اگر آپ اس کو ادا کر رہے ہیں تو برحق ہیں ' خواہ ہمارے ساتھ مل کر کام کریں یا نہ کریں۔ البتہ یہ بات کسی طرح درست نہیں ہے کہ آپ نہ خود اٹھیں ' نہ کسی اٹھنے والے کا ساتھ دیں۔ اور طرح طرح کے حیلے اور بہانے کر کے اقامت دین اور شہادت علی الناس کے فریضے سے جی چرائیں۔

اس میں شک نہیں کہ ایک ہی مقصد اور ایک ہی کام کے لیے مختلف جماعتیں بننا بظاہر غلط معلوم ہوتا ہے 'اور اس میں انتشار کا بھی اندیشہ ہے۔ مگر جب نظام اسلامی درہم برہم ہو چکا ہو 'اور سوال صرف اس نظام کے چلانے کا نہیں بلکہ اس کے از سر نو قائم کرنے کا ہو' تو ممکن نہیں ہے کہ ابتدا ہی میں وہ الجماعت وجود میں آجائے جو تمام امت کو شامل ہو 'جس کا التزام ہر مسلمان پر واجب ہو 'اور جس سے علیحدہ رہنا جاہلیت اور علیحدہ ہونا ارتداد کا ہم معنی ہو۔

آغاز کار میں اس کے سوا چارہ نہیں کہ جگہ جگہ مختلف جماعتیں اس مقصد کے لیے بنیں اور اپنے اپنے طور پر کام کریں۔ یہ سب جماعتیں بالآخر ایک ہو جائیں گی 'اگر نفسانیت اور افراط و تفریط سے پاک ہوں اور خلوص کے ساتھ اصل اسلامی مقصد کے لیے اسلامی طریق پر کام کریں۔

اپنے ارکان سے ہمارا کوئی مطالبہ اس مطالبہ کے سوا نہیں ہے جو اسلام نے ہر مسلمان سے کیا ہے۔ ہم نہ تو اسلام کے اصل مطالبے پر ذرہ برابر کسی چیز کا اضافہ کرتے ہیں اور نہ اس میں سے کوئی چیز گھٹاتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ تمھاری یہ جماعت اسلام میں ایک نئے فرقہ کی بنا ڈال رہی ہے۔ یہ بات جو لوگ کہتے ہیں انھیں شاید معلوم نہیں ہے کہ فرقہ بندی کے اصل اسباب کیا ہوتے ہیں۔ دین میں جن باتوں کی وجہ سے تفرقہ برپا ہوتا ہے ان سب کا اگر آپ استقصا کریں گے تو وہ چار عنوانات پر تقسیم ہوں گی:

ایک یہ کہ اصل دین پر کسی ایسی چیز کا اضافہ کیا جائے جو دین میں نہ ہو، اور اسی کو اختلاف کفر و ایمان یا فرق ہدایت و ضلالت کی بنیاد بنا ڈالا جائے۔ دوسرے یہ کہ دین کے کسی خاص مسئلے کو لے کر اس کو وہ اہمیت دی جائے جو کتاب و سنت کی رو سے اس کو حاصل نہیں ہے اور اسی کو گروہ بندی کی بنا قرار دے لیا جائے۔ تیسرے یہ کہ اجتہادی اور استنباطی مسائل میں غلو کیا جائے اور ان امور میں اپنے مسلک کے سوا دوسرے مسلک والوں کی تفسیق و تضلیل یا تکفیر کی جائے، یا کم از کم ان سے امتیازی معاملہ کیا جائے۔ چوتھے یہ کہ نبی کے بعد کسی خاص شخصیت کے معاملے میں غلو کیا جائے اور اس کے لیے کسی ایسے منصب کا دعویٰ کیا جائے جسے تسلیم کرنے یا نہ کرنے پر آدمی کے مومن یا کافر ہونے کا مدار ہو۔ یا کوئی جماعت یہ دعویٰ کرے کہ جو اس میں داخل ہے صرف وہی حق پر ہے، باقی سب مسلمان باطل پر ہیں۔

[لیکن] ہم صرف اصل اسلام اور بے کم و کاست پورے اسلام کو لے کر اٹھے ہیں۔ اجتماع کی بنیاد ہم نے پورے دین کو قرار دیا ہے، نہ کہ اس کے کسی ایک مسئلے یا چند مسائل کو۔

اجتہادی مسائل میں ہم تمام ان مذاہب و مسالک کو برحق تسلیم کرتے ہیں جن کے لیے قواعد شریعت میں گنجایش ہے۔ ہر ایک کا یہ حق تسلیم کرتے ہیں کہ ان مذاہب و مسالک میں سے جس کا جس پر اطمینان ہو وہ اپنی حد تک اس پر عمل کرے، اور کسی خاص اجتہادی مسلک کی بنیاد پر گروہ بندی کو ہم جائز نہیں رکھتے۔

اپنی جماعت کے بارے میں بھی ہم نے کوئی غلو نہیں کیا ہے۔ ہم نے کبھی یہ نہیں کہا کہ حق صرف ہماری جماعت میں دائر و منحصر ہے۔ ہم کو اپنے فرض کا احساس ہوا اور ہم اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ کو آپ کا فرض یاد دلا رہے ہیں۔ اب یہ آپ کی خوشی ہے کہ آپ ہمارے ساتھ کھڑے ہوں، یا خود اٹھیں اور اپنا فرض ادا کریں، یا جو بھی آپ کو یہ فرض ادا کرتا نظر آئے اس کے ساتھ مل جائیں۔

امارت کے باب میں بھی ہم کسی غلو کے مرتکب نہیں ہوئے ہیں۔ ہماری یہ تحریک کسی شخصیت کے

بل پر نہیں اٹھی ہے جس کے لیے کسی خاص منصب کا دعویٰ کیا گیا ہو' --یہاں دعوت کسی شخص یا اشخاص کی طرف نہیں ہے بلکہ اس مقصد کی طرف ہے جو قرآن کی رو سے ہر مسلمان کا مقصد زندگی ہے اور ان اصولوں کی طرف ہے جن کے مجموعے کا نام اسلام ہے--یہ امیر صرف اسی جماعت کا امیر ہے نہ کہ تمام امت کا۔ اس کی اطاعت صرف انھی لوگوں پر لازم ہے جو اس جماعت میں شامل ہوں اور ہمارے ذہنوں میں ایسا کوئی تصور تک نہیں ہے کہ "جس کی گردن میں اس کی بیعت کا قلاوہ نہ ہو وہ جاہلیت کی موت مرے گا"۔

اب خدارا مجھے بتایئے کہ جب ہم اس طریقے پر کام کر رہے ہیں تو آخر ہماری اس تحریک سے امت میں ایک نیا فرقہ کیسے بن جائے گا؟

ہم سے کہا جاتا ہے کہ اگر تمھیں یہی کام کرنا تھا تو ضرور کرتے 'مگر تم نے ایک الگ جماعت مستقل نام کے ساتھ کیوں بنائی 'میں ان سے عرض کروں گا کہ جماعت سازی کا یہ قصور ہم نے مجبوراً کیا ہے نہ کہ شوقیہ۔ سب کو معلوم ہے کہ اس جماعت کی تشکیل سے پہلے میں برسوں اکیلا پکارتا رہا ہوں کہ مسلمانو' یہ تم کن راہوں میں اپنی قوتیں اور کوششیں صرف کر رہے ہو' تمھارے کرنے کا اصل کام تو یہ ہے' اس پر اپنی تمام مساعی مرکوز کرو۔ یہ دعوت اگر سب مسلمان قبول کر لیتے' تو کہنا ہی کیا تھا۔ مسلمانوں میں ایک جماعت بننے کے بجائے مسلمانوں کی ایک جماعت بنتی' اور کم از کم ہندستان کی حد تک وہ "الجماعت" ہوتی جس کی موجودگی میں کوئی دوسری جماعت بنانا شرعاً حرام ہوتا۔ یہ بھی نہیں تو مسلمانوں کی مختلف جماعتوں میں سے کوئی ایک ہی اسے مان لیتی تب بھی ہم راضی تھے' اسی میں بخوشی شامل ہو جاتے۔ مگر جب پکار پکار کر ہم تھک گئے اور کسی نے سن کر نہ دیا تب ہم نے مجبوراً یہ فیصلہ کیا۔ سوال یہ ہے کہ اگر یہ نہیں تو ہمیں اور کیا کرنا چاہیے تھا؟

ہم سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تم نے اپنی جماعت کے لیڈر کے لیے "امیر" کا لفظ کیوں اختیار کیا؟ امیر یا امام تو صرف بااختیار اور صاحب سیف ہی ہو سکتا ہے۔ اس کی تائید میں کچھ حدیثیں بھی پیش کی جاتی ہیں' جن سے استدلال کیا جاتا ہے کہ امامت یا تو امامت علم ہے' یا امامت نماز' یا امامت قتال و جہاد۔ اس کے سوا کوئی تیسری قسم امامت کی نہیں ہے۔

یہ اعتراض جو حضرات کرتے ہیں وہ صرف اس وقت کی فقہ اور اسی وقت کی احادیث سے واقف ہیں جب اسلامی نظام سیاسی اقتدار کی منزل پر پہنچ چکا تھا' اور صاحب سیف امامت قائم ہو گئی تھی۔ مگر ان کو یہ معلوم نہیں ہے کہ جب سیف چھن جائے' مسلمانوں کی جماعت اختیار و اقتدار سے محروم ہو جائے' اور اسلامی نظام جماعت بھی درہم برہم ہو جائے' تو اس وقت کے لیے کیا احکام ہیں۔

میں ان سے پوچھتا ہوں کہ ایسی حالت میں کیا مسلمانوں کو یہی کرنا چاہیے کہ فرد فرد الگ ہو جائے' بیٹھ کر بس دعا کرتا رہے کہ خدایا کوئی صاحب سیف امام بھیج دے' یا ایسی امامت قائم کرنے کے لیے کوئی اجتماعی سعی بھی ہونی چاہیے؟ اگر وہ کہتے ہیں کہ اجتماعی سعی ہونی چاہیے' تو براہ کرم وہ ہمیں بتائیں کہ جماعت بنائے بغیر بھی کوئی اجتماعی سعی کی جا سکتی ہے؟ اگر وہ مانتے ہیں کہ جماعت بنائے بغیر چارہ نہیں ہے' تو کیا کوئی جماعت کسی راہ نما' کسی سربراہ کار' کسی صاحب امر کے بغیر بھی چل سکتی ہے؟ --یا پھر وہ صاف صاف یہی بتا دیں کہ اسلام میں سیف حاصل ہونے کے بعد کے لیے تو ہدایات موجود ہیں' لیکن "بے سیفی" کی حالت میں سیف کس طرح حاصل کی جائے' اس باب میں اس نے کوئی ہدایت نہیں دی ہے۔

عام طور پر لوگوں کو اس مسئلے کے سمجھنے میں جو دقت پیش آتی ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریمؐ کے عہد میں جب امیر یا امام کی اصطلاح استعمال کی گئی تھی اس وقت اسلامی حکومت قائم ہو چکی تھی اور جس زمانہ میں اسلامی حکومت قائم نہ ہوئی تھی اس وقت حضورؐ خود نبی کی حیثیت سے اقامت دین کی جدوجہد کی قیادت فرما رہے تھے' اس لیے امارت یا امامت کی اصطلاحیں استعمال کرنے کا کوئی موقع نہ تھا۔ لیکن اسلام کے پورے نظام پر نگاہ ڈالنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ دین مسلمانوں کے ہر اجتماعی کام میں نظم چاہتا ہے' اور اس نظم کی صحیح صورت یہ تجویز کرتا ہے کہ کام جماعت بن کر کیا جائے' جماعت میں سمع و طاعت ہو اور ایک شخص اس کا امیر ہو۔ نماز پڑھی جائے تو جماعت کے ساتھ پڑھی جائے اور ایک اس کا امام ہونا چاہیے' حج کیا جائے تو منظم طریق پر کیا جائے اور ایک اس کا امیر حج ہونا چاہیے' حتیٰ کہ تین آدمی اگر سفر کو نکلیں تب بھی ان کو منظم طریقے سے سفر کرنا چاہیے اور اپنے ایک ساتھی کو امیر بنا لینا چاہیے' اذا خرج ثلاثة فی سفر فلیومر و اعلیھم احدھم (ابوداود)۔ (بلکہ مسند احمد میں جو روایت حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے نقل ہوئی ہے اس میں تو یہ الفاظ ہیں کہ' لایحل لثلاثة یکونوا بفلاة من الارض الا امروا علیھم احدھم، حلال نہیں ہے یہ بات کہ تین آدمی کسی جنگل میں ہوں اور وہ اپنے اوپر اپنے میں سے ایک کو امیر نہ بنا لیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ صرف سفر ہی میں نہیں' بلکہ ہر حالت میں مسلمانوں کو منظم زندگی بسر کرنی چاہیے اور ان کا کوئی اجتماعی کام بھی جماعت اور امارت کے بغیر نہیں ہونا چاہیے)۔ اسلامی شریعت کی یہی وہ روح ہے جس کو حضرت عمرؓ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ جماعت کے بغیر اسلام نہیں' اور امارت کے بغیر جماعت نہیں' اور اطاعت کے بغیر امارت نہیں۔

پس ہمارا استنباط یہ ہے کہ اقامت دین اور شہادت علی الناس کی سعی کے لیے جماعت بنائی

جائے ، اور جو جماعت بنائی جائے اس کے سربراہ کار کے لیے امیر یا امام کے لفظ کا استعمال بالکل صحیح ہے۔(اخذ و ترتیب 'شہادت حق ص ۴۲ تا ۳۹)

زمانہ نبوت کے بعد جب کبھی ایسی کوئی تحریک دنیا میں اٹھی ہے ' اس کو دو زبردست اندرونی خطرے پیش آتے ہیں:

ایک یہ کہ ایسی جماعت بننے اور ایسی تحریک لے کر اٹھنے کے بعد بہت جلدی لوگ اس غلط فہمی میں پڑ گئے ہیں کہ ان کی جماعت کی حیثیت وہی ہے جو انبیا علیہم السلام کے زمانہ میں اسلامی جماعت کی تھی۔ بالفاظ دیگر یہ کہ جو اس جماعت میں نہیں ہے ' من شذ شذ فی النار ۔ یہ چیز بہت جلدی اس جماعت کو مسلمانوں کا ایک فرقہ بنا کر رکھ دیتی ہے ' اور پھر اس کا سارا وقت اصل کام کے بجائے دوسرے مسلمانوں سے الجھنے اور مناظرے کرنے میں کھپ جاتا ہے۔

دوسرے یہ کہ ایسی جماعتیں جس کو اپنا امیر یا امام تسلیم کرتی ہیں ' اس کے متعلق ان کو یہ غلط فہمی ہو جاتی ہے کہ اس کی وہی حیثیت ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاے راشدین کی تھی۔ یعنی جس کی گردن میں اس امام کی بیعت کا قلاوہ نہیں وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس غلط فہمی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی ساری تگ و دو بس اپنے امیر یا امام کی امارت و امامت منوانے پر مرکوز ہو جاتی ہے۔

ہم کو ان دونوں خطرات سے بچ کر چلنا ہے۔ خوب سمجھ لیجیے کہ ہماری حیثیت بعینہ اس جماعت کی سی نہیں ہے جو ابتداً نبی کی قیادت میں بنتی ہے ' بلکہ ہماری صحیح حیثیت اس جماعت کی ہے جو اصل نظام جماعت کے درہم برہم ہو جانے کے بعد اس کو تازہ کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ نبی کی قیادت میں جو جماعت بنتی ہے وہ تمام دنیا میں ایک ہی اسلامی جماعت ہوتی ہے ' اور اس کے دائرے سے باہر صرف کفر ہی ہوتا ہے۔ مگر بعد میں اس نظام اور کام کو تازہ کرنے کے لیے جو لوگ اٹھیں ضروری نہیں کہ ان سب کی بھی ایک ہی جماعت ہو۔ ایسی جماعتیں بیک وقت بہت سی ہو سکتی ہیں۔ ان میں سے کسی کو بھی یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ بس ہم ہی اسلامی جماعت ہیں ' اور ہمارا امیر ہی امیرالمومنین ہے۔ اس معاملہ میں تمام ان لوگوں کو جو جماعت میں شامل ہوں غلو سے سخت پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ بہرحال ہم کو مسلمانوں میں ایک "فرقہ" نہیں بننا ہے۔ خدا ہمیں اس سے بچائے کہ ہم اس کے دین کے لیے کچھ کام کرنے کے بجائے مزید خرابیاں پیدا کرنے کے موجب بن جائیں۔ (روداد جماعت اسلامی ' حصہ اول ' ص ۱۲ تا ۱۵: تقریر اجتماع اول ' منعقدہ ۱-۵ شعبان ۱۳۶۰ھ / ۲۵-۲۹ اگست ۱۹۴۱)